Open Access
Al-Marjān Research Journal
ISSN(E): 3006-0370
ISSN(P): 3006-0362
al-marjan.com.pk

Al-Qari Al-Muqri Muhammad Idrees Al-Asim: A Research Study on Biography, Religious Services, Scholarly and Educational Contributions, and Intellectual and Social Impacts

القاری المقری محمد ادریس العاصمؒ: سوانحِ حیات، دینی خدمات، تصنیفی و تدریسی آثار اور علمی و سماجی نقوش کا تحقیقی مطالعہ

Authors Details

1. **Dr. Hafiz Zahid Latif**
   Associate Professor, Department of Islamic Studies, University of Engineering and Technology (UET), Lahore, Pakistan.
2. **Awais Idrees** (Corresponding Author)
   M. Phil, Department of Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad, Pakistan.
   Email: Avish766@gmail.com
3. **Hafiz Muhammad Dawood Almanshavi**
   PhD, Department of Islamic Studies, University of Engineering and Technology (UET), Lahore, Pakistan.

Citation

Latif, Dr. Hafiz Zahid, Awais Idrees and Hafiz Muhammad Dawood Almanshavi." Al-Qari Al-Muqri Muhammad Idrees Al-Asim: A Research Study on Biography, Religious Services, Scholarly and Educational Contributions, and Intellectual and Social Impacts." *Al-Marjān Research Journal*, 2, no.3, Oct-Dec (2024): 725– 739.

Submission Timeline

Received: Nov 12, 2024
Revised: Dec 04, 2024
Accepted: Dec 08, 2024
Published Online: Dec 17, 2024

Article QR

Publication, Copyright & Licensing

Al-Marjān Research Center, Lahore, Pakistan.
Rights Reserved © 2023.
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE
HJRS HEC Journal Recognition System

Al-Qari Al-Muqri Muhammad Idrees Al-Asim: A Research Study on Biography, Religious Services, Scholarly and Educational Contributions, and Intellectual and Social Impacts

القاری المقری محمد ادریس العاصمؒ: سوانحِ حیات، دینی خدمات، تصنیفی و تدریسی آثار اور علمی و سماجی نقوش کا تحقیقی مطالعہ

☆ڈاکٹر حافظ زاہد لطیف ☆اویس ادریس ☆حافظ محمد داؤد المنشاوی

Abstract

Al-Qari Al-Muqri Muhammad Idrees Al-Asim (رحمه الله) stands as one of the distinguished scholars and Qaris of the Indian subcontinent whose lifelong dedication to the sciences of Tajwid and Qira'at left an indelible mark on both scholarly and social spheres. This research aims to present a comprehensive study of his biography, religious services, scholarly writings, teaching endeavors, intellectual perspectives, and social contributions. The study begins with a historical overview of the development of Tajwid and Qira'at in the subcontinent, highlighting how Al-Asim emerged within this context as a pivotal figure. His teaching methodology, prolific authorship, and pedagogical style are analyzed to show his influence on generations of students and on the institutionalization of Quranic sciences. The paper also addresses his religious and social services, particularly his efforts to strengthen the preservation of Qur'anic recitation, the nurturing of Qaris, and the promotion of unity and discipline within Islamic learning circles. Furthermore, his intellectual and social dimensions are explored, emphasizing his role in bridging scholarly rigor with practical community needs. The conclusion underscores his legacy as a reformer, educator, and transmitter of classical Islamic tradition. This research aspires to fill an academic gap by consolidating scattered information into a systematic framework, offering future researchers, educators, and students a valuable reference for understanding his contributions within the broader history of Tajwid and Qira'at in South Asia.

Keywords: Qira'at, Tajwid, Al-Qari Al-Muqri Muhammad Idrees Al-Asim, Religious Services, Educational Contributions, South Asian Islamic Scholarship.

تعارف موضوع

القاری المقری محمد ادریس العاصمؒ برصغیر کے ممتاز قراء اور علمی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی کو قرآنِ کریم کی خدمت، خصوصاً فنِ تجوید و قراءات کی تدریس، ترویج اور تحقیق کے لیے وقف کیا۔ برصغیر میں فنِ تجوید و قراءات کی ایک طویل اور ارتقائی تاریخ ہے جس میں بہت سے قراء نے نمایاں کردار ادا کیا۔ انہی درخشاں ستاروں میں القاری ادریس العاصمؒ کا نام نہایت تابناک ہے۔ آپ نے جہاں دینی خدمات اور تدریسی ذمہ داریوں کو بخوبی نبھایا، وہیں علمی و تصنیفی میدان میں بھی گراں قدر آثار چھوڑے۔ آپ کی تالیفات و تراجم نے فنِ قراءات کے علمی سرمایے کو ایک نئی جہت بخشی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے طلبہ کی تربیت میں بھی غیر معمولی محنت کی، جس کے نتیجے میں کئی

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی (یو ای ٹی)، لاہور، پاکستان۔
☆ ایم فل، شعبہ علوم اسلامیہ، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان۔
☆ پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی (یو ای ٹی)، لاہور، پاکستان۔

نامور قراء آپ کے فیض یافتہ ہوئے۔ اس مقالے میں آپ کی سوانح حیات، دینی خدمات، تصنیفی و تدریسی کاوشوں اور شخصی و سماجی اوصاف کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا جائے گا تاکہ علمی دنیا آپ کی خدمات سے واقف ہو اور آنے والی نسلیں اس سے رہنمائی حاصل کر سکیں۔

مبحث اول: برصغیر میں فنِ تجوید و قراءات کی ارتقائی تاریخ اور القاری المقری محمد ادریس العاصمؒ کی سوانح حیات

1) برصغیر میں فنِ تجوید و قراءات کی ارتقائی تاریخ

تقسیم ہند سے پہلے حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ نے چینیاں والی مسجد میں حفظ و تجوید کا مدرسہ قائم کیا۔ اس کی تدریس و تعلیم کے لیے امر تسر سے فضیلۃ الشیخ القاری المقری فضل کریمؒ کو لائے، موصوف بہت محنتی اور صاحب بصیرت شخصیت تھے۔ آپ نے بہت دلجمعی سے پڑھایا اور لاتعداد حفاظ تیار کیے۔ قاری فضل کریمؒ نے اپنے استاد بھائی فضیلۃ الشیخ القاری محمد اسماعیل پشاوریؒ کو تجوید کی تدریس کے لیے مدعو کیا انہوں نے بڑی لگن کے ساتھ قراء کی ایک کثیر جماعت تیار کی۔ اس دوران وہ قراء جنہوں نے چینیاں والی مسجد سے تجوید و قراءات کا فیض حاصل کیا ان میں حضرت قاری احمد دین لاہوریؒ، قاری احمد دین کاشمیریؒ، قاری محمد ترابؒ، قاری محمد مظفرؒ، قاری عبد السبحانؒ، قاری عبد الوحید باکھریؒ، قاری محمد اسماعیل گرجاکھیؒ، قاری عبد الغفورؒ، قاری مقبولؒ آف امریکہ، قاری عبد الغفار ہزارویؒ جیسے جید قراء کرام شامل ہیں۔

بعد ازاں قیام پاکستان کے بعد حضرت مولانا سید داؤد غزنویؒ نے چینیاں والی مسجد کے لیے استاذ القراء القاری المقری اظہار احمد التھانویؒ اور استاذ القراء قاری محمد صدیق لکھنویؒ کی تدریسی خدمات حاصل کیں۔ مختصر یہ کہ قیام پاکستان سے بہت پہلے ہی جید اہلحدیث رہنماء، ولی کامل سید داؤد غزنویؒ کی کوششوں سے اہلحدیث مکتبہ فکر کے ہاں تجوید و قراءات کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا جو اب تک تسلسل سے پوری آب و تاب کے ساتھ جاری و ساری ہے۔[1] الحمد للہ۔

2) فنِ تجوید و قراءات کی ترویج میں مکتبہ سلف قراء کرام کا کردار

الحمد للہ فن تجوید و قراءات میں اہلحدیث قراء کرام کی خدمات سب کے سامنے ہیں۔ ان خدام قرآن کریم کی تعداد شمار سے باہر ہے بطور مثال چند قراء کرام کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

فضیلۃ الشیخ قاری محمد اسلمؒ: آپ عرصہ دراز تک گوجرانوالہ جامعہ محمدیہ میں پڑھاتے رہے۔ آپ محنتی قابل استاد تھے۔ آپ سادہ انداز میں قرآن پڑھتے تھے اور ہر سال اپنے ساتھ اچھی آواز والے قاری کو مشاق کے طور پر رکھتے تھے اور خود بھی مشق کرواتے تھے تاکہ طلبہ میں کسی بھی قسم کی کمی نہ رہ جائے۔

فضیلۃ الشیخ قاری یحییٰ رسولنگری: آپ عرصہ دراز سے تجوید و قراءات کا کام کر رہے ہیں آپ نہایت محنتی استاد ہیں۔ آپ سے سینکڑوں طلبہ نے فیض حاصل کیا۔

فضیلۃ الشیخ قاری سیف اللہ حافظ آبادیؒ: آپ کی تجوید و قرآءت اور تحفیظ القرآن کریم کے لیے خدمات قابل قدر ہیں اب ان کے فرزند گرامی قاری احمد حسن بڑے احسن انداز میں خدمت قرآن کریم کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

فضیلۃ الشیخ قاری عزیر احمد: آپ عرصہ دراز سے لاہور میں تجوید و قرآءت کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور اس علم کو آگے منتقل کر رہے ہیں۔ اس کام میں ماشاء اللہ آپ کے ساتھ آپ کے بیٹے بھی شریک ہیں۔

فضیلۃ الشیخ قاری ابراہیم میر محمدی: آپ نے اپنی تدریس کا آغاز جامعہ لاہور الاسلامیہ سے کیا اور اب آپ مرکز اصلاح (قصور) میں تدریسی

[1] Al-Thānawī, Qārī Najm al-Ṣabīḥ, *Saḥ Māhī al-‘Āṣim* (Lahore: Maktaba al-‘Āṣim, 2015), 40–50.

خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ نہایت قابل استاد ہیں۔ آپ کے شاگرد ملک کے طول و عرض میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں[2]۔

3) القاری المقری محمد ادریس العاصمؒ۔ سوانح حیات

i. خاندانی پس منظر:

پہلے چند الفاظ میں حضرت والد محترم القاری المقری محمد ادریس العاصمؒ کا خاندانی پس منظر بیان کرتے ہیں، اس کے بعد خود ان کا اور پھر اپنی کم مائیگی کے باوجود قرأت و تجوید سے متعلق ان کی تصانیف کا تعارف کرانے کی سعی کی جائے گی۔

القاری المقری محمد ادریس العاصمؒ کے آباؤ اجداد امرتسر کے رہنے والے تھے اور وہاں کی آرائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ قاری صاحب کے پردادا کا نام جامی تھا۔ جامی کا شمار امرتسر کے ایک گاؤں موضع بشاپور کے معزز لوگوں میں ہوتا تھا، لیکن وہ غیر اسلامی رسوم و عقائد کا شکار تھے۔ ان کے ایک ہی بیٹے تھے جن کا نام غلام اللہ تھا۔ یہ امرتسر میں ایک جج کے ریڈر تھے اور ابتدا میں رسوم و عقائد کے سلسلے میں باپ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ لیکن پھر حضرت الامام عبد الجبار غزنوی، حضرت مولانا عبد الواحد غزنویؒ اور دیگر غزنوی علمائے کرامؒ سے رابطہ پیدا ہوا تو ان کے عمل و عقیدے کی دنیا بدل گئی اور زندگی کے لیل و نہار اسلاف کے فکر و عمل کے سانچے میں ڈھل گئے۔ ان کے والد میاں جامی کو اس کا پتا چلا تو وہ بیٹے پر سخت خفا ہوئے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اپنے اس اکلوتے بیٹے کو جائداد وغیرہ سے عاق کر دیا۔ اس اثنا میں امرتسر کے جج کی ریڈری کی ملازمت کا معاملہ بھی ختم ہو گیا۔ پھر یہ ہوا کہ گردشِ روزگار غلام اللہ کو ایران لے گئی۔ وہ فارسی اور اُردو جانتے تھے، اس لیے وہاں بھی ایک جج کے ریڈر کی ملازمت مل گئی۔ وہاں کام کے لحاظ سے سب لوگ ان سے خوش اور مطمئن تھے۔ مگر عقائد و افکار کا شدید تصادم تھا، لہٰذا وہاں کی ملازمت چھوڑ کر لاہور آ گئے۔ لاہور کی چینیاں والی مسجد کے منصب خطابت پر اس وقت حضرت مولانا عبد الواحد غزنویؒ فائز تھے۔ میاں غلام اللہ صاحب ان کی خدمت میں گئے اور تمام واقعات بیان کیے۔ ساتھ ہی عرض کیا کہ دعا فرمایے، کوئی ایسا کام مل جائے، جس سے حلال کی روزی میسر آئے اور کسی کی احتیاج نہ رہے۔

حضرت مولانا نے مشورہ دیا کہ حلوہ پوری کا کام شروع کر دو، ان شاء اللہ اس میں کامیاب رہو گے۔ چنانچہ غلام اللہ صاحبؒ نے مولانا کے مشورے پر عمل کیا اور شاہ عالمی دروازے میں حلوہ پوری تیار کرنے کا آغاز کر دیا۔ اللہ نے اس میں بڑی برکت دی۔ بعد ازاں یہی کام ان کے بیٹے کرنے لگے۔ میاں غلام اللہ صاحبؒ کی عادت تھی کہ کام سے فارغ ہوتے ہی چینیاں والی مسجد میں مولانا عبد الواحد غزنویؒ کی خدمت میں چلے جاتے اور ان کے ارشادات سے مستفید ہوتے۔ ایک مرتبہ حج کے دنوں میں حضرت مولانا نے ان سے کہا کہ میں حج کے لیے جانا چاہتا ہوں۔ تم کراچی تک میرے ساتھ چلو۔ وہ ان کے ساتھ کراچی چلے گئے۔ مولانا کو جہاز پر سوار کر کے بندرگاہ سے چند قدم پیچھے ہٹے تو دیکھا کہ جہاز والے لوگوں کو حج پر جانے کے لیے آوازیں دے رہے تھے۔ سستا زمانہ تھا، ویزا یا پاسپورٹ وغیرہ کا بھی کوئی مسئلہ نہ تھا۔ جدہ تک جہاز کا کرایہ بیس یا پچیس روپے تھا۔ میاں غلام اللہؒ کے پاس ستّر یا اسّی روپے تھے جو ان حالات میں بہت بڑی رقم تھی۔ انہوں نے جہاز کا ٹکٹ لیا اور سوار ہو کر جدہ پہنچ گئے۔ ایام حج میں مولانا سے ملاقات ہوئی تو وہ حیران ہوئے اور پوچھا تم کیسے پہنچے؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا تو مولانا نہایت خوش ہوئے۔

حجاز میں سلطان عبد العزیز (ابن سعودؒ) کا دورِ حکمرانی تھا۔ مولانا شاہی مہمان تھے۔ انہوں نے غلام اللہ کو سلطان عبد العزیزؒ سے ملایا اور فرمایا: یہ شخص صحیح العقیدہ اور نہایت ایمان دار ہے، اسے آپ ہندوستان میں اپنا سفیر حج مقرر کر دیجیے۔

[2] Al-Thānawī, Qārī Najm al-Ṣabīḥ, *Saḥ Māhī al-ʻĀṣim*, 50–51.

اب تو سعودی عرب اور شرق اوسط کے ممالک میں زیر زمین زر سیال بہتا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں مختلف ملکوں کے لوگ وہاں سے بے پناہ روپیہ کما کر گھروں میں بھیجتے ہیں، اس وقت یہ بات نہ تھی۔ حاجیوں کی آمد سے حکومت کے اخراجات پورے ہوتے تھے اور مختلف ملکوں سے حاجیوں کو بھیجنے کے لیے لوگ مقرر کیے جاتے تھے جنہیں سفیر کہا جاتا تھا۔ متحدہ ہندوستان میں بھی اس خدمت پر لوگ مامور کیے گئے تھے۔ حضرت مولانا عبدالواحد غزنویؒ کی سفارش پر جناب غلام اللہؒ کو بھی سفیر بنالیا گیا۔ سلطان عبدالعزیزؒ ان کے کام سے بہت متاثر تھے اور یہ تاثر یہاں تک بڑھا کہ سلطان نے ان کو اہل وعیال سمیت سعودی عرب آنے کی پیش کش کی۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں رضائے الٰہی کے لیے کر رہا ہوں، مجھے دنیا کا کوئی لالچ نہیں ہے۔ ان کے اس جواب سے سلطان پر ان کا اثر مزید بڑھ گیا۔

میاں غلام اللہؒ کے چار بیٹے تھے:

(1)عبدالمجید (2)عبدالحمید (3)عبداللہ (4)محمد یعقوبؒ

انہیں اپنے چاروں بیٹوں کو دینی تعلیم دلانے کا شوق تھا۔ لیکن عبداللہ کے علاوہ ان کا کوئی بیٹا دینی تعلیم حاصل نہ کر سکا۔ عبداللہ چار سال مدرسہ رحمانیہ (دہلی) میں اور پھر مدرسہ غزنویہ (امرتسر) میں حصول علم میں مصروف رہے اور درس نظامی کی تکمیل کی۔ مدرسہ غزنویہ (امرتسر) میں مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیرپوریؒ ان کے ہم درس و ہم سبق تھے۔ عبداللہ نے تحصیل علم کے بعد وہی حلوہ پوری کا کام کیا جو ان کے والد میاں غلام اللہؒ کرتے تھے۔

میاں غلام اللہؒ کے چوتھے بیٹے (محمد یعقوب) القاری المقری محمد ادریس العاصمؒ کے والد ماجد تھے۔ وہ علمائے دین سے بے حد تعلق رکھتے تھے اور ان کے واعظِ حسنہ سننے کے شائق تھے۔ ان کے چھ بیٹے ہیں، جن کے نام علی الترتیب یہ ہیں:

(1)محمد یونسؒ (2)محمد ادریسؒ (3)محمد سعید

(4)خالد محمود (5)طاہر محمود (6)شاہد محمود

انہیں بھی اپنے بیٹوں کو علوم دینیہ کی تعلیم سے بہرہ ور کرنے کا شوق تھا۔ چنانچہ طاہر محمود اور شاہد محمود نے قرآن مجید حفظ کیا اور ابتدائی درسی کتابیں پڑھیں۔ لیکن ان سطور میں ہمارا مقصد صرف القاری المقری محمد ادریس العاصمؒ کے بارے میں چند گزارشات پیش کرنا ہے، لہٰذا اپنی بات انھی تک محدود رکھیں گے۔[3]

ii. پیدائش:

آپ قیام پاکستان کے ڈیڑھ سال بعد ۱۹۴۹ء میں چینیاں والی مسجد لاہور کے قریب سریاں والا بازار کے قریب ایک گھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام محمد یعقوب بن غلام اللہ بن جامی ہے۔ آپ کے بزرگ پہلے امرتسر میں رہائش پذیر تھے وہاں سے ہجرت کر کے لاہور آئے۔ آپ کے بزرگوں کا غزنوی خاندان سے شروع سے محبت و خلوص والا تعلق امرتسر سے ہی رہا ہے۔[4]

آپ نے پہلے چینیاں والی مسجد کے قریبی سکول سے پرائمری پاس کی اور چینیاں والی مسجد میں ناظرہ قرآن مکمل پڑھا۔ پرائمری کے بعد چینیاں والی مسجد میں ہی استاذ القراء شیخ قاری محمد صدیق لکھنوی صاحبؒ سے قرآن کریم حفظ کیا۔ شیخ موصوف برصغیر پاک وہند کے تجوید و قراءات کے

[3]Bhaṭṭī, Muḥammad Isḥāq, *Bar-e-Ṣaghīr kay Ahl-e-Ḥadīth Khuddām-e-Qur'ān* (New Delhi: Al-Kitāb International, 2011), 489–491.

[4] Al-ʻĀṣim, Qārī Abū Bakr, *Saḥ Māhī al-ʻĀṣim* (Lahore: Qur'āt Academy, 2015), 24.

مشہور امام شیخ قاری المقری عبد المالک لکھنویؒ کے بڑے مایہ ناز اور ممتاز شاگرد تھے۔

iii. العاصم کی وجہ تسمیہ:

جب آپ جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں پڑھ رہے تھے تو وہاں ادریس نام کے دو تین لڑکے تھے۔ جس کی وجہ سے اُن کے نام آنے والے خطوط خلط ملط ہو جاتے۔ لہٰذا آپ نے امام عاصمؒ کی نسبت سے اپنا تخلص العاصم رکھ لیا۔ ایک بار ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہرؒ نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے یہ تخلص کیوں رکھا ہے؟ تو کہنے لگے کہ عاصم تخلص اس لیے رکھا ہے کہ میں لوگوں کو قرآن غلط پڑھنے سے بچاتا ہوں۔ تب سے یہ میرے نام کا جز بن گیا۔[5]

iv. تعلیم و تربیت:

چینیاں والی مسجد کے قریبی اسکول میں آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز کیا، پرائمری تک یہیں تعلیم حاصل کی۔ آپ کے والد محترم کی شدید خواہش تھی کہ میرا کوئی بیٹا بھی اس طرف آئے۔ اپنے بڑے بیٹے کو لگایا لیکن وہ اس طرف نہ چل سکے۔ پھر آپ کو دینی تعلیم کے حصول کے لیے لگا دیا، شیخ ادریس عاصم فرماتے ہیں کہ میرے والد مجھے کہا کرتے تھے کہ بیٹا! اس چینیاں والی مسجد کے محراب میں، میں نے بڑے بڑے علماء کو رو رو کر دعائیں کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

> "چینیاں والی مسجد میں ستائیسویں رات کو قیام اللیل ہوا کرتا تھا اور وتر حضرت مولانا داؤد غزنویؒ پڑھایا کرتے تھے۔ آپ اس دوران بہت زیادہ روتے اور مسجد میں کوئی بھی ایسا نہیں ہوتا تھا جو روتا نہیں تھا۔ ہم اس وقت بہت چھوٹے تھے، لیکن ہمارا بھی رونے کو دل چاہتا۔ تو میرے والد محترم نے کہا کہ بیٹا! میں نے تمہارے لیے اس محراب میں اللہ سے دعا کی ہے کہ میرے بیٹے کو دین کے لیے چن لے۔"[6]

پرائمری کے بعد والد محترم کی خواہش کے مطابق آپ نے چینیاں والی مسجد ہی سے حفظ شروع کیا۔ تقسیم ہند سے پہلے اس مسجد میں قاری فضل کریمؒ پڑھاتے تھے۔ تقسیم سے پہلے پاکستان میں تجوید و قراءات کا سب سے پہلا مدرسہ چینیاں والی مسجد میں تھا۔ قاری عبد الماجد کے والد قاری نور محمدؒ اور قاری شریفؒ بھی وہاں پڑھتے رہے ہیں۔

جس دور میں آپ نے حفظ کی ابتدا کی تو اس وقت وہاں قاری اسماعیلؒ اور قاری عبد الغفارؒ یہاں پڑھاتے تھے۔ قاری عبد الغفارؒ یہاں ناظرہ پڑھایا کرتے انہی کے پاس آپ نے ناظرہ شروع کیا۔ قاری عبد الغفار صاحب کے ساتھ جماعت کا اختلاف ہوا تو ایک قریبی مسجد میں چلے گئے۔ آپ بھی ان کے ساتھ چلے گئے۔ پھر جب رمضان المبارک کا آغاز ہوا تو قاری اظہار احمد تھانویؒ اور قاری صدیق لکھنویؒ کا انتخاب ہو گیا۔ رمضان کی ستائیسویں رات میں حضرت مولانا داؤد غزنویؒ نے ان دونوں بزرگوں کو دعوت دی اور دونوں نے چینیاں والی مسجد چار چار رکعات نماز پڑھائی۔ دونوں حضرات کی مسحور کن آواز نے شیخ صاحب کو بہت متاثر کیا۔ چینیاں والی مسجد میں آپ کے حفظ کے استاد قاری صدیق لکھنویؒ تھے اور قاری اظہار احمد تھانویؒ حفظ کے لڑکوں کو مشق کرواتے تھے۔

---

[5] Al-ʻĀṣim, Qārī Abū Bakr, *Saḥ Māhī al-ʻĀṣim*, 24.

[6] Al-ʻĀṣim, Qārī Idrīs, *Al-Kawākib al-Nayyira fī Wujūh al-Ṭayyiba* (Lahore: Maktaba al-ʻĀṣim, 2020), 71.

آپ تکمیل حفظ کے بعد قاری اظہار احمد تھانویؒ کے ساتھ "تجوید القرآن" آگئے اور یہیں پر آپ نے ۱۹۶۵ء میں حفظ مکمل کر لیا۔ تقریباً تین چار سال میں آپ نے حفظ مکمل کیا اور پھر وہیں قاری اظہار احمد تھانویؒ سے تجوید پڑھی۔ قاری اظہار احمد صاحبؒ سے آپ نے جمال القرآن، تیسیر التجوید، فوائد مکیہ اور مقدمہ الجزریۃ پڑھیں۔

تجوید القرآن رنگ محل لاہور میں ایک اُستاد مولانا بدیع الزمانؒ ہوتے تھے جن سے آپ نے ترجمہ، عربی اور علم الصرف اور نحو وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ تجوید پڑھنے کے بعد آپ نے مدرسہ محمدیہ رینالہ خورد میں (جس کا موجودہ نام جامعہ ابوہریرہ ہے) درس نظامی کی ابتدا کی۔ اس کے ناظم حافظ عزیز الرحمنؒ لکھوی تھے۔ جبکہ دیگر مدرسی میں مولانا حبیب الرحمنؒ اور حافظ شفیق الرحمنؒ شامل تھے۔

آپ تقریباً ایک سال اس مدرسے میں رہا پھر بیماری کی وجہ سے گھر واپس آگئے۔ بعد ازاں حافظ اسماعیل ذبیحؒ کی تجویز پر (جو آپ کے عزیز تھے) جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ تشریف لے گئے۔ اس وقت جامعہ اسلامیہ کی شہرت حضرت ابوالبرکاتؒ کی وجہ سے تھی جنہیں علوم پر بہت عبور تھا۔ آپ نے ان سے بہت سی کتابیں پڑھیں۔ جن میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ بھی شامل تھیں۔ اس کے علاوہ آپ نے ان سے مختلف تفاسیر بھی پڑھیں۔ جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں آپ کے دیگر اساتذہ کرام میں شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوالبرکاتؒ کے علاوہ شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد گوندلویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اعظمؒ شامل ہیں۔ آپ ۱۹۷۵ء میں جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ سے کس سن میں فارغ ہوئے۔ فراغت کے بعد آپ لاہور واپس آگئے اور الشیخ اظہار احمد تھانویؒ سے قراءات سبعہ شروع کر دی۔ اس عرصہ میں مدرسہ عالیہ تجوید القرآن میں ایک مدرس کی جگہ خالی ہوئی تو اپنی جماعت والوں کے اصرار پر ۱۹۷۶ء میں آپ نے یہیں تدریس شروع کر دی اور ساتھ ساتھ حضرت قاری اظہار احمد تھانویؒ سے 1974ء تا1978ء میں قراءات سبعہ مکمل کی۔ یعنی آپ نے دو سال میں قراءات سبعہ مکمل کی اور تقریباً تین سال پڑھایا۔[7]

v. مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ:

مدینہ یونیورسٹی میں آپ کے کچھ دوست پڑھتے تھے وہ وہاں پر موجود اکابر مصری قراء اور شیوخ کی باتیں سناتے، جس سے آپ کو بھی شوق پیدا ہوا۔ لہٰذا دیگر دوستوں کے ساتھ آپ نے بھی کاغذات بھیجے، لیکن آپ کے اور اُن کے کاغذات میں فرق تھا۔ انہوں نے کاغذات تصدیق کروا کے بھیجے تھے جبکہ آپ نے تصدیق کے بغیر ہی تجوید اور کچھ دیگر اسناد کے ساتھ کاغذات بھیج دیئے۔ مدینہ یونیورسٹی سے جواب یہ آیا کہ اس سال تو کوٹہ پورا ہو چکا ہے آپ اگلے سال کے لیے سعودی سفارت خانے سے اپنی اسناد کی تصدیق کروا کر بھیجیں۔ آپ سعودی سفارت خانے میں چلا گئے جہاں اچانک آپ کی ملاقات مولانا عطاء اللہ ثاقبؒ سے ہو گئی۔ جنہوں نے ھدایۃ المستفید کا ترجمہ کیا اور چینیاں والی مسجد میں مولانا داؤد غزنویؒ کے نائب ہوا کرتے تھے۔ اور وہاں درس وغیرہ بھی دیتے تھے۔ آپ سے کہنے لگے: قاری صاحب آپ کدھر، آپ نے مدعا بیان کیا تو انہوں نے کہا میرے ساتھ آئیں۔ انہوں نے جا کر انہیں کہا کہ یہ ہماری جماعت کے قاری ہیں اور اہلحدیث ہیں ان کی تصدیق کر دیں۔ انہوں نے آپ کو اگلے دن آنے کا کہا۔ بالآخر انہوں نے آپ کی اسناد کی تصدیق کر دی۔ آپ نے دوبارہ کاغذات مدینہ یونیورسٹی بھیج دیئے۔

مولانا حافظ ثناء اللہ زاہدیؒ گوجرانوالہ میں آپ کے ساتھ پڑھتے رہے تھے۔ ان کا داخلہ ایک سال پہلے ہو چکا تھا۔ آپ نے انہیں بتایا کہ میں نے کاغذات بھیجے تھے، لیکن واپس آگئے اب دوبارہ بھیجے ہیں تو وہ کہنے لگے: ہم شیخ ابن بازؒ کو خط لکھتے ہیں کہ وہ سفارش کر دیں۔ لہٰذا زاہدی صاحب نے

[7] Al-ʻĀṣim, Qārī Abū Bakr, *Saḥ Māhī al-ʻĀṣim*, 24–28.

آپ کی طرف سے خط بنا کر شیخ ابن بازؒ کو بھیج دیا۔ شیخ ابن بازؒ نے مدینہ یونیورسٹی میں آپ کی سفارش کر دی لہٰذا آپ کا داخلہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر اتفاقاً یونیورسٹی کا رجسٹر دیکھنے کا موقع ملا تو دیکھا کہ اس پر لکھا ہوا ہے۔ محمد ادریس عاصم اور آگے درج تھا کہ شیخ ابن بازؒ نے ان کی سفارش کی ہے، لیکن اس سال تو کوٹہ پورا ہو چکا ہے لہٰذا آئندہ سال ان کا داخلہ ہو گا یعنی اس سال آپ کا داخلہ بھی ہوا اور معذرت بھی کی گئی۔

۱۹۷۹ء میں آپ کا داخلہ مدینہ یونیورسٹی میں ہو گیا۔ جہاں آپ نے پہلے ایک سال شعبۃ اللغۃ میں عربی زبان پر مکمل دسترس حاصل کی۔ بعد ازاں کلیۃ القرآن میں داخلہ ہو گیا۔ شیخ القراء والمجودین القاری المقری عبد الفتاح السید عجمی المرصفی الازہری المصریؒ سے تجوید روایت حفص میں دوبارہ اجازت حاصل کی۔ 1402ھ میں شاطبیہ اور الدّرّہ پڑھ کر عشرہ صغریٰ مکمل کی۔ پھر ۱۴۰۵ھ میں شیخ مرصفیؒ سے قراءات عشرہ کبریٰ بطریق طیبہ تکمیل کی۔ مدینہ منورہ میں آپ کے ہم عصر احباب میں ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہرؒ، مولانا یٰسین ظفر، مولانا محمد یونس بٹؒ، مولانا سعید احمد کلیروی اور مولانا عبد الستار الحماد شامل ہیں۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فراغت کے بعد رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ میں تدریب الدعاۃ کا ایک سال کا کورس مکمل کیا۔ مدینہ میں آپ کے اُستاد شیخ مرصفیؒ لڑکوں کو الگ پڑھنے کے لیے ٹائم دیا کرتے تھے۔ ان سے تعارف ہوا تو آپ نے پڑھنے کے لیے ٹائم مانگا۔ انہوں نے گھر آنے کا کہا۔ انہوں نے پہلے آپ سے کچھ سنانے کا کہا جب سنایا تو بہت خوش ہوئے۔ اس وقت چونکہ ان کے پاس اور بھی لڑکے پڑھنے جایا کرتے تھے اس لیے انہوں نے آپ کو ایک دن کا ٹائم دیا کہ ایک ہفتے میں ایک دن میرے پاس آجایا کرو، لیکن جیسے جیسے لڑکے فارغ ہوتے گئے آپ کا ٹائم بڑھتا گیا۔ بالآخر ہفتے کے سارے دن آپ ہی کو مل گئے۔

جب مدینہ یونیورسٹی سے فارغ ہوئے تو اس وقت جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں تدریب المعلمین کا کورس ہوتا تھا۔ آپ نے اس میں داخلے کا انٹرویو دیا تو اس میں پاس ہو گئے۔ لہٰذا ایک سال مکہ مکرمہ میں گزارا۔ اس عرصہ میں اپنے والدین کو وہاں بلوایا انہیں اپنے پاس رکھا اور حج کروا کے واپس بھیجا۔ ایک سالہ کورس مکمل ہوا تو رابطہ عالم اسلامی والوں نے نائیجیریا بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ کاغذات وغیرہ مکمل تیار ہو چکے تھے، لیکن آپ نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ وجہ دریافت کی گئی تو کہا کہ میں اپنے ملک جانا چاہتا ہوں۔ انہوں نے دریافت کیا کہ پاکستان کیوں جانا چاہتے ہو؟ کہا کہ میں اپنے ملک میں تجوید و قراءات کا کام کرنا چاہتا ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ پاکستان میں تمہارے سوا کوئی قاری نہیں ہے؟ کہا: موجود ہیں۔ کہنے لگے کہ تم سے پاکستان کے بارے میں پوچھ نہیں ہو گی جہاں تمہیں بھیجا جا رہا ہے اس کے بارے میں ضرور پوچھ ہو گی۔ وہاں تو کوئی قاری موجود نہیں ہے۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ انہی دنوں میں علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ کسی دورے پر سعودی عرب تشریف لے آئے۔ آپ نے اپنا مسئلہ ان کے گوش گزار کیا تو انہوں نے کہا کہ کل تم مجھے ان کے دفتر میں ملنا۔ اگلے دن وہاں پہنچے تو علامہ صاحبؒ آپ کو لے کر شیخ ناصر عبودی کے پاس چلے گئے اور اُنہیں کہا کہ یہ شیخ پاکستان کے مقری کبیر ہیں اور ان کے سامنے آپ کی کافی تعریف و توصیف کی اور کہا: میں اُنہیں پاکستان لے جانا چاہتا ہوں۔ ناصر عبودی کہنے لگے: علامہ صاحب آپ ہمارے دوست اور سلفی بھائی ہیں۔ ہم آپ کو کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتے۔ یہ امر ملکی ہے لہٰذا اس سال یہ اپنے ملک نہیں جا سکتے ہیں۔ بہر حال کافی تگ و دو کے بعد میں وہاں سے مبعوث ہو کر پاکستان آ گئے اور لسوڑے والی مسجد میں تدریس شروع کر دی۔[8]

vi. دورانِ تعلیم پیش آمدہ حیرت انگیز واقعات:

اب دورانِ تعلیم کا ایک حیرت انگیز واقعہ سنیے۔ جس زمانے میں قاری صاحب گوجرانوالہ کی جامعہ اسلامیہ میں دینی تعلیم حاصل کر رہے تھے،

[8] Al-ʻĀṣim, Qārī Abū Bakr, *Saḥ Māhī al-ʻĀṣim*, 30–34.

جامعہ میں چند ہم جماعت طلباء کے ساتھ ایک دن شام کے وقت کینو کھا رہے تھے۔ سردیوں کا موسم تھا اور آپس میں ہنسی مذاق کا سلسلہ جاری تھا۔ کینو کھاتے کھاتے انہیں اتھو آگیا اور کھانسی شروع ہوگئی۔ ساری رات کھانسی آتی رہی۔ دوسرے دن اپنے گھر لاہور آگئے اور کھانسی کی شدت مزید بڑھ گئی۔ بلکہ کھانسی کے ساتھ گاہے بگاہے خون بھی آنے لگا۔ ڈاکٹر سے رجوع کیا گیا تو اس نے مختلف ٹیسٹ لکھ کر دیے اور استعمال کے لیے دوائیاں لکھ دیں۔ ٹیسٹوں کی رپورٹ ڈاکٹر نے دیکھی تو مکمل آرام کرنے اور تعلیم ترک کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اندیشہ ہے کہ تکلیف تپ دق کی صورت اختیار کرلے گی۔ قاری صاحب کے لیے اس مشورے پر عمل کرنا مشکل تھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ گھر میں رہے ہوں گے کہ والدین کے روکنے کے باوجود پھر گوجرانولہ جاکر پڑھائی شروع کردی۔ جامعہ اسلامیہ کے شیخ الحدیث اس وقت مولانا ابوالبرکات احمدؒ تھے۔ انہوں نے بڑی شفقت سے تکلیف کے متعلق دریافت فرمایا۔ قاری صاحب نے تمام واقعہ بیان کیا اور ڈاکٹر کے مشورے کی تفصیل بتائی۔

ساری بات سن کر استاد محترم نے فرمایا نماز فجر کی سنتوں کے بعد اوّل آخر درود شریف پڑھ کر اکتالیس مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھو اور یہ عمل اکتالیس دن کرو، ان شاء اللہ بیماری ختم ہوجائے گی۔ چنانچہ پورے یقین کے ساتھ قاری صاحب نے یہ عمل شروع کردیا اور اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمادی۔ اس کے بعد لاہور آئے اور اسی ڈاکٹر سے ملے۔ اس نے پہلی تمام ٹیسٹ رپورٹیں ملاحظہ کیں اور ایکسرے وغیرہ دیکھے۔ دوبارہ پھر ٹیسٹ اور ایکسرے کا مشورہ دیا۔ اس مشورے پر عمل کیا گیا۔ اب یہ تازہ رپورٹیں ملاحظہ کیں تو بیماری کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔ تعجب سے پوچھا یہ کیا ہوا؟ چند روز میں پرانی اور نئی رپورٹوں اور ایکسرے کا یہ فرق سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔ اس سے جب اصل واقعہ بیان کیا گیا تو کہا یہ سب دینی تعلیم اور قرآن کی برکت کا نتیجہ ہے، ورنہ معاملہ نہایت خطرناک صورت اختیار کر گیا تھا۔

اسی طرح ایک اور واقعہ سنیے جو مدینہ یونیورسٹی کے زمانہ طالب علمی میں پیش آیا۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ ذوالحجہ کا چاند نظر آیا تو قاری صاحب نے حج بیت اللہ کا ارادہ کرلیا۔ لیکن حج کے دن قریب آئے تو گردے کا درد شروع ہوگیا۔ یونیورسٹی کے ڈاکٹر سے علاج کرایا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ اسی اثنا میں یونیورسٹی میں حج کی چھٹیاں ہوگئیں اور ڈسپنسری بند ہوگئی۔ اب گردے کی تکلیف میں مزید اضافہ ہوگیا اور لحہ بہ لحہ تکلیف بڑھنے لگی۔ ایک ساتھی انہیں مدینہ منورہ کے ہسپتال میں لے گئے۔ وہاں کے ڈاکٹر نے درد ختم ہونے کے دو ٹیکے لگائے، لیکن اس سے تکلیف اور بڑھ گئی۔ ساتھی انہیں پاکستانی ڈسپنسری میں لے گئے جو ایام حج میں مدینہ منورہ میں قائم تھی۔ ڈسپنسری کے ڈاکٹر نے پہلے تو یہ کہہ کر جواب دے دیا کہ وہ یونیورسٹی کے طالب علموں کا علاج کرنے کے مجاز نہیں، لیکن جب اس کی منت سماجت کی اور تکلیف میں زیادہ شدت آگئی تو ڈاکٹر نے علاج شروع کیا اور گلوکوز لگادیا، جس سے کافی افاقہ ہوگیا اور طبیعت بہت حد تک سنبھل گئی۔ لیکن کمزوری اتنی زیادہ تھی کہ چلنا پھرنا مشکل تھا۔ پاکستانی ڈاکٹر نے بھی اور اس سے پہلے دوسرے ڈاکٹروں نے بھی حج پر جانے سے سختی کے ساتھ روکا اور اتنے لمبے سفر اور اس میں بھاگ دوڑ کو خطرناک قرار دیا۔

اب حج کے دن قریب آگئے تھے۔ ان کے سامنے جب ساتھیوں نے حج کے لیے احرام باندھا تو انہوں نے بھی احرام باندھ لیا اور مکہ معظمہ آگئے۔ طواف کرنے لگے تو بڑی دقت پیش آئی۔ اسی دوران اتفاق سے ایک دوست حافظ محمد فیاض سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے ان کی حالت زار دیکھی تو ہمت بندھائی اور کہا میں آپ کے ساتھ ساتھ چلتا ہوں۔ آپ چلنے کی کوشش کریں۔ دوسرے ساتھیوں نے بھی مدد کی۔ طواف کے وقت ہجوم زیادہ تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی اور یہ مرحلہ طے ہوگیا۔ طواف کے بعد آبِ زمزم پیا تو کمزوری بھی رفع ہوگئی اور درد بھی ختم ہوگیا۔ اس کے بعد صفا ومروہ کی سعی کی اور دوبارہ زمزم پیا تو اور افاقہ ہوگیا۔ حج کے زمانے میں بہ کثرت زمزم پیتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے صحت عطا فرمادی۔ نبی کریم ﷺ کے اس مبارک ارشاد کا ثبوت مل گیا جو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ زمزم لوگوں کے لیے شفا بھی ہے اور

غذا بھی ہے۔[9]

vii. اساتذہ کرام:

1… قاری محمد صدیق لکھنویؒ: ان کے حلقہ شاگردی میں قاری محمد ادریس العاصم مسجد چینیاں والی میں شامل ہوئے۔ قاری محمد صدیقؒ کی پیدائش لکھنؤ میں ہوئی اور ۱۹۴۰ء میں انہوں نے مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں قاری عبدالمالکؒ سے سند تجوید لی۔ یکم دسمبر 2013ء میں انہوں نے رحلت فرمائی۔

2… قاری اظہار احمد تھانویؒ: ان سے بھی مسجد چینیاں والی میں استفادہ کیا۔ قاری اظہار احمد تھانویؒ، 1930ء میں تھانہ بھون (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور آ گئے اور یہاں مختلف مدارس میں طلبا کو فنِ قرآءت و تجوید کی تعلیم دی۔ بین الاقوامی یونیورسٹی (اسلام آباد) میں بھی اس خدمت پر مامور رہے۔ قاری محمد ادریس العاصمؒ نے ان سے خوب استفادہ کیا۔ قاری اظہار احمد تھانویؒ عالم و فاضل بزرگ تھے۔ انہوں نے 17 دسمبر 1991ء کو وفات پائی۔

3… قاری عبدالفتاح عجمی المرصفیؒ: ان سے قاری محمد ادریس العاصمؒ نے مدینہ یونیورسٹی میں قراءت سبعہ و عشرہ کا درس لیا۔ وہ ۱۹۸۹ء میں فوت ہوئے۔

4… حضرت حافظ محدث گوندلویؒ: جناب قاری محمد ادریس العاصمؒ صاحب نے حضرت حافظ صاحب گوندلویؒ سے جامعہ اسلامیہ (گوجرانوالہ) میں حدیث شریف کی بعض انتہائی کتابیں پڑھیں۔ حضرت حافظ صاحبؒ ۴ جون ۱۹۸۵ء (۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ) کو سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔

5… مولانا ابو البرکات احمدؒ: ان سے القاری المقری محمد ادریس العاصمؒ نے جامعہ اسلامیہ (گوجرانوالہ) میں تحصیل علم کی۔ یوں تو قاری صاحب اپنے تمام اساتذہ کے فضل و کمال اور محاسن سے بہت متاثر ہیں، لیکن مولانا ابو البرکات احمدؒ کی صالحیت اور نیکی کے وہ خاص طور سے معترف ہیں۔ مولانا ممدوح ۱۹۲۶ء میں مدراس (ہندوستان) کے ایک قصبے چناڈ میں پیدا ہوئے اور ۶۵ سال کی عمر پا کر ۲۹ جولائی ۱۹۹۱ء کو گوجرانوالہ میں رحلت فرمائی۔[10]

viii. دیگر اساتذہ میں:

(6) استاد القراء قاری المقری عبدالفتاح القاضی المصریؒ، (7) الشیخ الدکتور عبدالعزیز بن عبدالفتاح القاریؒ، (8) الشیخ القاری محمود بن عبدالخالق جادو المصری، (9) الشیخ القاری محمود بن سیبویہ البدوی المصریؒ، (10) الشیخ المقری عبدالرافع بن رضوان بن علی المصریؒ، (11) الشیخ المقری عبدالرزاق بن علی بن ابراہیم موسیٰ المصریؒ، (12) الشیخ المقری محمد محمد سالم المحیسن المصریؒ، (13) فضیلۃ الشیخ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اعظم صاحبؒ قابل ذکر ہیں۔[11]

اپنے اساتذہ کے ساتھ تعلق: اساتذہ کے ساتھ آپ کی بہت زیادہ قرابت تھی۔ تفصیل کی بجائے شیخ کی اپنی زبانی ایک واقعہ پیش کرتا ہوں:

> جب میں مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتا تو شیخ مرصفیؒ جب ہمیں پڑھانے آتے تو ساتھ برگر ٹائپ ایک چیز جسے ادھر، سمولی، کہا جاتا ہے، لے کر آتے اور پیریڈ کے بعد جب وقفہ ہوتا تو وہ اس کے ساتھ ناشتہ کرتے۔ ایک دن انہوں نے مجھے بلایا اور آدھا ریال دے کر کہا کہ چائے لے کر آؤ۔ میں کینٹین کے گلاس ہی میں چائے لے کر حاضر ہو گیا۔ شیخ مرصفیؒ نے آدھی سمولی توڑ کر مجھے دی کہ آپ کھا لیں۔ اس کا ذائقہ عجیب سا ہونے کی وجہ سے میں نے اسے بڑی مشکل سے کھایا۔ دوسرے دن پھر ایسا ہی ہوا۔ شیخ مرصفیؒ نے مجھے آدھا ریال چائے لانے کے لیے دیا۔ میں جب کینٹین کے گلاس میں چائے لے کر جانے لگا تو کینٹین والے نے مجھے بلا کر کہنے لگا کہ یہ گلاس ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ استاد جی کے

[9] Bhaṭṭī, Muḥammad Isḥāq, *Bar-e-Ṣaghīr kay Ahl-e-Ḥadīth Khuddām-e-Qur'ān*, 491–493.
[10] Bhaṭṭī, Muḥammad Isḥāq, *Bar-e-Ṣaghīr kay Ahl-e-Ḥadīth Khuddām-e-Qur'ān*, 495–496.
[11] Al-'Āṣim, Qārī Abū Bakr, *Saḥ Māhī al-'Āṣim*, 36.

لیے ہے تو اس نے کہا کہ آج تو لے جاؤ، لیکن کل سے یہ نہیں ملے گا۔ میں اسی دن بازار گیا اور تین ریال کا ایک بڑا خوب صورت گلاس اور ایک چمچ خریدا۔ شیخ مرصفیؒ نے جب اگلے دن مجھے چائے لینے کے لیے بھیجا تو میں نے اس گلاس میں چائے پیش کر دی۔ شیخ مرصفیؒ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے سارا ماجرا سنایا کہ کینٹین والے نے گلاس لے جانے سے منع کیا تھا۔ لہٰذا میں یہ گلاس خرید کر لایا ہوں۔ شیخ مرصفیؒ بہت خوش ہوئے اور مجھے دُعا دی: "فتح اللہ علیک فتوح العارفین" پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم جامعہ اسلامیہ سے فارغ ہو جاؤ تو یہ گلاس مجھے دے کر جانا۔ میں نے عرض کیا شیخ یہ میں آپ کے لیے ہی لایا ہوں جب میں جامعہ اسلامیہ سے فارغ ہوا تو وہ گلاس اور چمچ شیخ کے پاس ہی موجود تھا۔[12]

مبحث دوم: خدمات دینیہ، تصنیفی و تالیفی آثار اور تدریسی کاوشیں

1) خدمات دینیہ

تدریس کے ساتھ میری تصنیف و تالیف کی بھی مصروفیت رہی۔ جامع مسجد اہلحدیث لسوڑے والی میں عرصہ 50 سال سے خطابت کے فرائض بھی سر انجام دیے۔ مختلف مدارس کی مرکزی مشاورتی لجنہ اور وفاق المدارس السلفیہ پاکستان کی نصاب کمیٹی کے ممبر رہے۔ نیز سرکاری اور نجی اداروں میں تصحیح قرآن کریم کے مختلف اداروں کے بھی ممبر تھے۔ اس کے علاوہ ملک کے طول و عرض میں مختلف مدارس اور جامعات میں تجوید و قراءات اور دیگر اسلامی اور معاشرتی معاملات پر لیکچر دینے کے لیے بھی آپ کو دعوت دی جاتی تھی۔ اسی طرح سرکاری و غیر سرکاری طور پر بھی پورے ملک میں مقابلہ ہائے تحفیظ و حسن قراءات کے لیے بطور منصف اور مدارس کے امتحانات کے لیے بلا تفریق مسلک مدعو کیا جاتا تھا۔ تعلیم القرآن اور تصحیح قرآن کے سلسلے میں "آیئے قرآن پڑھیے" کے عنوان سے پہلے پارے کی پچاس اور تیسویں پارے کی کیسٹیں تجوید کے ساتھ تیار کروائیں۔ یہ قلب نواز سلسلہ اصول تجوید اور حکم قرآنی "وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا" کے عین مطابق ہے۔ اور مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ قاری صاحب کو ہر سال صوبائی مقابلہ حسن قرآءت میں فیصلے کے لیے بھی بلایا جاتا تھا جیسا کہ سابقہ سطور میں گزر چکا ہے۔ اس سلسلے میں حسب ذیل مکتوب ملاحظہ ہو:

"از دفتر چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف پنجاب، لاہور

بخدمت حضرت مولانا القاری المقری محمد ادریس العاصم صاحب

نمبر آر ٹی اے ۱۷۶ او قاف / ۲۰۰۴ / مورخہ ۲۹ مارچ ۲۰۰۴ء

عنوان: صوبائی مقابلہ حسن قراءت و حفظ و تفسیر ۲۰۰۴ء / ۱۴۲۵ھ

صوبائی مقابلہ حسن قرآءت و حفظ و تفسیر محکمہ اوقاف و مذہبی امور کے زیر اہتمام سیمینار ہال دربار کمپلیکس میں مورخہ ۶/ اپریل ۲۰۰۴ء بروز منگل دس بجے صبح منعقد ہوگا۔ آپ بروقت تشریف لا کر مقابلے میں ججمنٹ کے فرائض انجام دینے کی زحمت فرمائیں۔ آپ کی تشریف آوری محکمہ اوقاف کے لیے باعثِ اعزاز ہوگی۔" قاری صاحب اگرچہ ہر شعبہ علم میں دست گاہ رکھتے تھے، لیکن ان کی دلچسپیوں کا اصل محور علوم قرآن اور علوم قراءت و تجوید تھا۔ انہوں نے درس و تدریس کے علاوہ پاکستان کے اہلحدیث قاریوں کی تنظیم کے قیام میں بھی بھرپور کردار ادا کیا اور اس کا نام "جمعیت قراء اہلحدیث پاکستان" رکھا گیا۔ وہ اس جمعیت کے ناظم نشر و اشاعت رہے۔ اس سے قبل وہ اس کے نائب ناظم تھے۔ کسی

---

[12] Al-ʻĀṣim, Qārī Abū Bakr, *Saḥ Māhī al-ʻĀṣim*, 43–44.

زمانے میں وہ ضلع گوجرانوالہ کے قراء کرام کے بھی ناظم اعلیٰ رہے۔[13]

2) تصنیفی و تالیفی خدمات

آپ تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف اور ترجمے کے فن سے بھی گہرا شغف رکھتے تھے۔ لیکن اس باب میں ان کی تحریروں کا مرکزی نقطہ قرآن مجید تھا۔ ان کا اصل موضوع کا تعلق قراءت و تجوید سے رہا۔ ملاحظہ ہو اس موضوع پر ان کی تصانیف کی تفصیل!

علم تجوید میں: (1) حق التلاوہ، (2) تحبیر التجوید، (3) تحفۃ الاخوان فی تجوید القرآن، (4) زینۃ المصحف، (5) شرح فوائد مکیہ، (6) ترجمہ المقدمۃ الجزریہ، (7) ترجمہ تحفۃ الاطفال الفوائد السلفیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ، (8) الفوائد العلمیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ، (9) قواعد تجوید (مطبوعہ دارالسلام)، (10) قرآنی تجویدی قاعدہ (مطبوعہ دارالسلام، (11) سبحانی قاعدہ، (12) الاھتداء فی الوقف والابتداء، (13) ابلاغ النفع فی القراءات السبع (علم قراءات سبع میں)، (14) مفتاح الکنز فی وقف حمزۃ وہشام علی الھمز، (15) نفائس البیان فی رسم القرآن (علم رسم قرآنی میں)، (16) احسن المقال فی القراءات الثلاث (علم قراءات ثلاث میں)، (17) شرح طیبۃ النشر (قراءات عشرہ کبریٰ میں)، (18) الکواکب النیرہ فی وجوہ الطیبہ (قراءات عشرہ کبریٰ میں)، (19) نجوم الفرقان فی عدد آی القرآن (علم عدد آیات قرآن میں)، (20) اللولوٗ والمرجان فی قواعد ضبط القرآن (علم ضبط قرآن میں)، (21) یومیہ تعلیمی کیفیت (حفاظ کرام کی رہنمائی کے لیے)، (22) تشابہات القرآن مع معلومات قرآنی، (23) تشابہات القرآن مطول، (24) تدریب المعلمین یعنی رہنمائے مدرسین (مدرسین مدارس قرآنیہ و تجوید قراءات کی تربیت کے لیے)، (25) محاسن قرآن (فضائل قرآن میں)، (26) اللھم (قرآن و سنت کی دعاؤں کا مجموعہ)، (27) اہم مسائل قربانی (مسائل قربانی میں)۔

نیز آپ نے اپنے استاذ محترم فضیلۃ الشیخ القاری المقری اظہار احمد تھانویؒ کی دو کتب کی بھی تکمیل کی ہے، (28) ایضاح المقاصد شرح عقیلۃ اتراب القصائد (علم رسم قرآنی پر)، (29) شجرۃ الاساتذہ فی اسانید القراءات العشر المتواترہ، (30) سبعہ احرف المعروف حجیت قراءات (تجوید و قراءات کی حقانیت سے متعلق)، (31) عبادالرحمن (مشاہیر علماء و قراء کے حالات) بھی تحریر کی ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے علمی اور تحقیقی مضامین ملک کے مختلف اخبارات اور جرائد میں چھپتے رہے۔[14]

3) تدریسی خدمات

تدریس کا سلسلہ انہوں نے طالب علمی کے زمانے ہی میں شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ جب آپ علوم اسلامیہ کی تحصیل کے لیے جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں زیر تعلیم تھے تو اسی وقت سے آپ نے تجوید پڑھانی شروع کر دی تھی اور اپنے ہم درس طلبا کو نمازِ فجر اور نمازِ عصر کے بعد طلباء کو تجوید کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ پھر ان کا اپنے شیخ محترم فضیلۃ الشیخ القاری المقری اظہار احمد تھانویؒ سے امتحان بھی دلوایا اور سند اجازت بھی دی۔

بعد ازاں المدرسۃ العالیہ تجوید القرآن، جامع مسجد لسوڑے والی (بنگلہ ایوب شاہ لاہور) میں تجوید و قراءات کے معلم رہے۔ مدینہ یونیورسٹی سے تعلیم مکمل کر کے آئے تو پھر اسی مدرسے میں قرآءت و تجوید کے صدر مدرس مقرر کیے گئے۔

قاری صاحب لاہور کے علاقہ وسن پورہ کی جامعہ تعلیم القرآن للبنات میں بھی تقریباً چار سال تجوید و قرآءت کی تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ قاری صاحب لاہور کے علاقہ حبیب گنج میں سکونت پذیر تھے۔ ان کے کتب خانے میں کُل سرمایہ کم و بیش دس ہزار کتابوں پر مشتمل ہے۔ اُردو کتابوں کا بھی اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے، لیکن عربی کی کتابیں زیادہ ہیں جن میں تفسیر، حدیث، شروح، تاریخ اور فقہ وغیرہ مضامین کے علاوہ

[13] Bhaṭṭī, Muḥammad Isḥāq, *Bar-e-Ṣaghīr kay Ahl-e-Ḥadīth Khuddām-e-Qur'ān*, 504–505.
[14] Al-'Āṣim, Qārī Abū Bakr, *Saḥ Māhī al-'Āṣim*, 37.

قراءت و تجوید کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں، جن میں بہت سی نادر و نایاب کتابیں ہیں۔ قاری صاحب نے اپنے محلے میں انہوں نے ”ابلاغ التوحید“ کے نام سے جامع مسجد تعمیر کرائی اور تعلیم القرآن والسنہ کے نام سے مدرسہ جاری کیا، جس میں بچیوں کی صحیح اسلامی تربیت کے لیے ناظرہ قرآن بھی پڑھایا جاتا ہے، حفظ و تجوید کا شعبہ بھی قائم ہے اور قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔ اس مدرسے کو قاری صاحب کے صاحبزادے قاری اویس العاصم اور اُن کی اہلیہ چلا رہے ہیں۔ علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد ۱۹۷۹ء میں آپ نے المدرسۃ العالیہ تجوید القرآن اندرون شیر انوالہ گیٹ لاہور میں تاحیات قراءت و تجوید کی نظامت و تدریس کے علاوہ خطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ دینی عقائد سے متعلق وہاں لٹریچر کی تقسیم کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اس مسجد کے ادارہ التعلیم المدرسۃ العالیہ تجوید القرآن کا بھی ایک کتب خانہ ہے۔[15]

i. المدرسۃ العالیہ کا قیام

جامع مسجد اہلحدیث لسوڑے والی اندرون شیر انوالہ گیٹ لاہور کی ایک قدیمی مسجد ہے اس مسجد کا قیام اور ایک مختصر مدرسہ پاکستان کے قیام سے تقریباً ایک صدی قبل عمل میں آیا تھا۔ مسجد و مدرسہ کے قیام کے وقت سے ہی اس میں قرآن وحدیث اور لغت عربیہ کی تدریس کا آغاز ہو گیا تھا۔ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں علاقے کے ایک مخیر محترم جناب چوہدری علی احمد صاحبؒ نے جو کہ انجمن محمدیہ رجسٹرڈ کے پہلے بانی صدر تھے۔ انہوں نے مسجد کے سامنے واقع مکان کو اپنی ذاتی رقم سے خرید کر مدرسہ کی عمارت، تدریسی امور اور بیرون شہر سے آنے والے طلباء کی رہائش کے لیے وقف کر دیا۔ اسی موقع پر ایک بڑی یادگار تقریب ہوئی جس میں مدرسہ کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس تقریب میں حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ، حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ، استاذ القراء حضرت قاری فضل کریمؒ بانی مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل لاہور اور استاذ القراء حضرت قاری محمد اسماعیلؒ بانی مدرسہ دارالترتیل شاہ عالم مارکیٹ نے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس وقت تک مدرسہ میں شعبہ ناظرہ قرآن اور شعبہ حفظ القرآن میں کام ہو رہا تھا۔ ۱۹۷۶ء میں آپ نے اس مدرسہ میں شعبہ تجوید اور شعبہ قراءات سبعہ کا آغاز کیا اور سعودی عرب سے آنے کے بعد شعبہ قراءات ثلاثہ اور شعبہ قراءات عشرہ کبریٰ کا بھی آغاز کیا۔ اس وقت الحمدللہ اس مدرسہ میں شعبہ ناظرۃ القرآن، شعبہ تحفیظ القرآن، شعبہ تجوید، شعبہ قراءات سبعہ، شعبہ قراءات ثلاثہ، شعبہ قراءات عشرہ کبریٰ، شعبہ لغت عربیہ، شعبہ ترجمۃ القرآن، شعبہ دارالافتاء اور شعبہ تبلیغ دین جیسے اہم شعبہ جات کام کر رہے ہیں۔[16]

مبحث سوم: فن قراءات و تجوید: علمی مباحث اور تربیتی نقوش کا تحقیقی جائزہ

(1) علم تجوید سے آگاہی کے لیے کون سی کتاب طلباء کے لیے مفید ہے:

تجوید ایک بہت وسیع علم ہے جس میں زیادہ دار و مدار ماہر استاذ سے پڑھنا ہے۔ اس میں اہم کام تلاوت قرآن کرنا اور قرآن کا بار بار کسی ماہر استاذ کو سنانا ضروری ہوتا ہے۔ عربی میں اگر ذوق ہے تو علامہ جزریؒ کی ”التمہید فی علم التجوید“ بہت عمدہ کتاب ہے۔ اس کے علاوہ علامہ محمد مکی نصرؒ کی ”نہایۃ القول المفید“ بھی بڑی عمدہ کتاب ہے۔ میرے شیخ محترم عبدالفتاح العجمی المرصفیؒ کی ”ہدایۃ القاری“ بہت عمدہ کتاب ہے۔ اُردو زبان میں میرے شیخ محترم قاری اظہار احمد التھانویؒ کی ”المرشد“ بہت عمدہ کتاب ہے۔ اس کے علاوہ شیخ تھانویؒ کی ”خلاصۃ التجوید“ بہت عمدہ سہل اور جامع کتاب ہے۔ میں نے بھی مختصر اور مفصل دونوں طرح کی کتابیں تجوید سے متعلق لکھی ہیں مختصر کتب میں ”حق التلاوہ“ اور ”تحبیر التجوید“ اور ”قواعد تجوید“ عمدہ ہیں اور تفصیلی کتاب میں ”زینۃ المصحف“ بھی الحمدللہ عمدہ کتاب ہے۔[17]

---

[15] Bhaṭṭī, Muḥammad Isḥāq, *Bar-e-Ṣaghīr kay Ahl-e-Ḥadīth Khuddām-e-Qur'ān*, 493–494.
[16] Al-'Āṣim, Qārī Abū Bakr, *Saḥ Māhī al-'Āṣim*, 37.
[17] Al-'Āṣim, Qārī Abū Bakr, *Saḥ Māhī al-'Āṣim*, 40.

(2) تجوید کے اساتذہ کو نصیحت:

اساتذہ کے لیے پیغام یہی ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کے ساتھ ہمیشہ تعلق قائم رکھیں۔ تلقین یہی ہے کہ وہ اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہیں۔ ”وصحبة أستاد وطول زمان“ میں جب جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں پڑھتا تھا تو تقریباً ایک ماہ کے بعد گھر واپسی ہوتی جب میں گھر آتا تو گھر والوں سے مل کر فوراً گھر سے نکل جاتا۔ والدہ کہتی کہ ایک ماہ بعد گھر آئے ہو پھر بھی آرام سے نہیں بیٹھ رہے اور میری نظر گھڑی پر ہوتی تھی کہ قاری اظہار احمد التھانویؒ نے اس وقت جزری کا سبق پڑھانا ہے اور اس وقت شاطبی کا سبق پڑھانا ہے جو میرے لیے بہت اہم ہے۔ حالانکہ میں جزری وغیرہ پڑھ کر فارغ ہو چکا تھا تو استاد کے وجود کو بہت بڑی نعمت سمجھے اور ان سے بعد میں بھی استفادہ کا تعلق اور روابط ضرور رکھے۔ علاوہ ازیں استاد کے لیے مطالعہ از حد ضروری ہے۔ مطالعے کے بغیر استاد، استاد نہیں ہے کہ اساتذہ کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ کو تلاوت سنا کر اپنی خامیوں کو دور کریں اور تجوید و قراءات کے فن کی کتابیں ضرور خریدیں۔[18]

(3) آج کا طالب علم سابقہ ادوار کے طلبہ سے مختلف کیوں؟

میرے خیال میں ہمارے دور کا طالب علم اور آج کے طالب علم میں کچھ بنیادی فرق ہیں:

1: اس وقت کا طالب علم واقعی علم کا طالب تھا اور اس کے علاوہ اس کی کوئی اور مصروفیت نہیں تھی۔ آج کل کے طالب علم کے لیے موبائل، انٹرنیٹ، کرکٹ اور دیگر چیزیں زیادہ اہم بنتی جا رہی ہیں۔

2: ہمارے دور کا طالب علم مطالعے اور کتب بینی کا شوقین تھا جبکہ موجودہ دور کا طالب علم مطالعے سے کنی کتراتا ہے۔

3: ہمارے دور کا طالب علم استاذ کا احترام کرنے والا اور مدرسے اور اپنے ادارے سے دل و جان سے محبت کرنے والا تھا۔ لیکن آج کل کے اکثر طلباء میں یہ باتیں موجود نہیں ہیں۔

میرے خیال میں ان تمام باتوں کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہمارے معاشرے میں اخلاقی برائیاں بڑھ رہی ہیں۔ بڑوں خاص طور پر اساتذہ کا احترام کم ہو رہا ہے۔ متبادل مصروفیات اور لغویات کی وجہ سے مطالعہ کم ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا موجودہ طالب علم دینی و اخلاقی اور علمی ہر لحاظ سے کمزور ہے۔[19]

(4) معاشرے میں ایک استاد کا کیا مقام ہونا چاہیے؟

معاشرے میں استاد کا بڑا مقام ہے۔ میں نے پڑھا تھا کہ جرمنی اور جاپان میں سب سے زیادہ تنخواہ اور قابل احترام منصب استاذ اور پولیس والوں کو حاصل ہے اس لیے کہ استاذ اور پولیس والے دونوں کا کام تقریباً یکساں ہے۔ استاد فرد کی تعمیر و اصلاح کرتا ہے اور پولیس والا معاشرے کی تعمیر و اصلاح کرتا ہے۔ بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں استاد کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔ سکول، کالج اور یونیورسٹیز کا حال تو بہت ہی پتلا ہے۔ ہمارے مدارس میں اُن کی بہ نسبت صورت حال پھر بھی الحمد للہ کافی بہتر ہے۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ بحیثیت مجموعی ہمارے پورے معاشرہ میں ہر شعبہ ہی زوال کا شکار ہے، مگر احترام استاذ سے ہم کچھ زیادہ ہی دور ہو گئے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے تعلیمی نصاب میں بھی احترام استاذ سے متعلق مضامین شامل کیے جائیں اور عملی طور پر اس کا مظاہرہ بھی کیا جائے۔ سال میں ایک دن ٹیچرز ڈے منا لینا کافی نہیں ہے۔ ایک استاذ کو بھی چاہیے کہ وہ اس بات کا احساس اپنے اندر پیدا کرے کہ میں اپنے طلباء کے لیے ایک نمونہ بن کر دکھاؤں اور طلباء کو بھی

[18] Al-ʻĀṣim, Qārī Abū Bakr, *Saḥ Māhī al-ʻĀṣim*, 44.
[19] Al-ʻĀṣim, Qārī Abū Bakr, *Saḥ Māhī al-ʻĀṣim*, 44–45.

حضرت علیؓ کا یہ قول ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ میں نے جس شخص سے ایک حرف بھی سیکھا میں اس کا غلام ہوں، وہ چاہے تو مجھے فروخت کردے۔ یہ جذبات اور احساسات ہوں گے تو ہم استاذ کو معاشرے میں اس کا صحیح مقام دے سکیں گے۔[20]

(5) پاکستان میں موجودہ نظام تعلیم:

میں الحمدللہ مدارس میں چلنے والے نظام تعلیم سے منسلک ہوں اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ الحمدللہ بالکل صحیح نہج پر چل رہا ہے۔ طالب علم اگر خلوص، لگن اور محنت سے پڑھنے والا ہو تو یہ نظام تعلیم اس کو ایک اچھا عالم اور معاشرے کا ایک اچھا فرد اور اپنے ملک کا ایک ذمہ دار شہری بناتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ مدارس اور اس کا نظام ہمارے معاشرے کی اصلاح میں ایک نمایاں کردار ادا کررہے ہیں۔ طالب علم جب تک مدارس میں پڑھ رہے ہوتے ہیں وہ ملک کے ایک ذمے دار فرد کا کردار ادا کرتے ہیں اور بعد میں بھی آپ بحیثیت مجموعی دیکھیں تو مدارس کے فارغ التحصیل طلباء کا معاشرے میں ایک پر امن اور ذمہ دار شہری کا ہی کردار ہے۔ اگر کوئی شخص مدرسہ سے فراغت کے بعد کسی قسم کی غیر قانونی سرگرمی میں ملوث ہوتا بھی ہے تو اس میں یقیناً مدارس اور اُس کے نظام تعلیم کا قصور نہیں ہے یہ تو ہمارے معاشرتی بگاڑ کی وجہ سے ہوتا ہے۔[21]

خلاصہ بحث

القاری المقری محمد ادریس العاصمؒ کی علمی و عملی خدمات برصغیر میں فنِ تجوید و قراءات کے ارتقاء میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آپ نے نہ صرف اپنی تدریسی و تصنیفی کاوشوں سے قرآنی علوم کو فروغ دیا بلکہ اپنے شاگردوں کی تربیت کے ذریعے ایسے قاری پیدا کیے جو دین کی خدمت میں مصروف رہے۔ آپ کی شخصیت دینی غیرت، علمی بصیرت اور سماجی شعور کا حسین امتزاج تھی۔ اس تحقیقی جائزے سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے برصغیر کی قرآنی روایت کو مضبوطی سے آگے بڑھایا اور ایک ایسی بنیاد فراہم کی جس پر آئندہ نسلیں تعمیر کرسکیں۔ آپ کی خدمات اس بات کی دلیل ہیں کہ مخلص علماء و قراء کس طرح امت کی فکری، دینی اور سماجی ضرورتوں کو پورا کرسکتے ہیں۔

تجاویز وسفارشات

* جامعات اور مدارس میں القاری ادریس العاصمؒ کی خدمات پر مستقل تحقیقی منصوبے شروع کیے جائیں۔
* آپ کی کتب اور مخطوطات کو جدید طرز پر ایڈٹ کرکے شائع کیا جائے تاکہ نئی نسل مستفید ہوسکے۔
* قراء کرام کی سوانح اور خدمات پر تحقیقی سیمینار اور کانفرنسز کا انعقاد کیا جائے۔
* تجوید و قراءات کی تدریس میں آپ کے منہج کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔
* دینی خدمات کے ساتھ سماجی کردار کو اجاگر کرنے کے لیے ڈاکومنٹری اور ڈیجیٹل آرکائیو تشکیل دیے جائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Bibliography/کتابیات

* Al-ʻĀṣim, Qārī Abū Bakr. *Saḥ Māhī al-ʻĀṣim*. Lahore: Qur'āt Academy, 2015.
* Al-ʻĀṣim, Qārī Idrīs. *Al-Kawākib al-Nayyira fī Wujūh al-Ṭayyiba*. Lahore: Maktaba al-ʻĀṣim, 2020.
* Al-Thānawī, Qārī Najm al-Ṣabīḥ. *Saḥ Māhī al-ʻĀṣim*. Lahore: Maktaba al-ʻĀṣim, 2015.
* Bhaṭṭī, Muḥammad Isḥāq. *Bar-e-Ṣaghīr kay Ahl-e-Ḥadīth Khuddām-e-Qur'ān*. New Delhi: Al-Kitāb International, 2011.

[20] Al-ʻĀṣim, Qārī Abū Bakr, *Saḥ Māhī al-ʻĀṣim*, 45–46.
[21] Al-ʻĀṣim, Qārī Abū Bakr, *Saḥ Māhī al-ʻĀṣim*, 46.